متنِ حدیث الرسول اللہ "طہارت نصف ایمان ہے" کا تحقیقی مطالعہ (اُسوۃ النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روشنی میں)

A research study of the hadith of Rasool Allah "Purity is half of faith" In the light of Uswat-ul-Nabi, (Peace Be Upon Him)

Saboor Fatima
Senior Lecturer, Department of Islamic Studies, Bahria University, Karachi Campus:
saboorfatima.bukc@bahria.edu.pk

Abstract:

Thaharat is an Arabic term that Islam, i.e., the Quran and Sunnah, instructs its followers. No rituals, customs, or worship are accepted until the above requirement of Tahara is considered. In the Quran, many times Allah Ta'ala expresses his love and affection for those who keep themselves neat and clean as per the rules of Sharia. Prophet Muhammad's whole life is practiced of Tahara for Ummat e Muslima. According to the teachings of Islam, it is Sunnah to stay clean and tidy, neat, spick and span, immaculate, well dressed, and polluted-free, and it is required of every Muslim to maintain themselves as neatly as a pin is necessary. This applies inside as well as outside of a person. Prophet Muhammad not only acted upon these teachings but, from time to time, also gave direct instructions about acting on taharat's discipline to his companions, wives, and people who were around them at that time. In this article, it is discussed what the exact sources are for getting Taharat and what elements and factors can spoil the cleanliness of the Mutahhar. What are the teachings and seerah of the prophet in this regard? would be conversed in the following paper. The Messenger of Allah (ﷺ) said: Cleanliness is half of faith. Here, some questions are raised by intellectuals about the meaning and elaboration of this hadith regarding the element of HALF.This article will discuss the meaning of this hadith with the different aspects and divergent domains of life and how this hadith affects life with the essence of half. (شطر)

Keywords: *Taharat, Purity, Cleanliness, Half, Seerah, Wazu, Bathing*

طہارت:

صفائی ستھرائی کے اہتمام کے لیے دینِ اسلام میں طہارت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنی "ظاہری اور باطنی نجاست سے دوری، پاکی، نظافت کے ہیں، جب کہ شرع میں اس کے معنی وضو، غسل، آب دست اور استنجا کے ہیں جس سے نجاست دور ہوتی ہے۔ یعنی صفائی، ستھرائی اور پاکیزگی کے ہیں اور مجازاً، اس کے معنی سلیقہ، تمیز، بزرگی، تقدس، حُرمت، برگزیدگی[1] کے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ میں طہارت ایک وسیع لفظ ہے جس کے معنی ہر قسم کی نجاست کو دور کر کے پاکی حاصل کرنا ہے۔

عربی میں نظافت، پاکیزگی کے اہتمام کے لیے "طہارت" کا لفظ اردو میں مستعمل لفظ صفائی کی نسبت زیادہ وسیع، گہرا ہونے کے ساتھ تمام پہلوؤں، باریکیوں، صورتوں، اور حالات کا احاطہ کیے ہوئے ہے کیوں کہ صفائی سے مراد ہم عموماً وہ امور لیتے ہیں جو آنکھوں سے نظر آتی ہو لیکن لفظ طہارت کا تعلق باطن سے بھی متعلق ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ "لایمسہ الا المطھرون" [2] اب کوئی بندہ بہ ظاہر آنکھوں سے صاف ستھرا نظر آرہا ہو لیکن اگر وہ حدثِ اکبر (جنابت، حیض یا وہ صورتیں جن میں غسل فرض ہے) میں مبتلا ہو تو وہ شریعت کے مطابق طاہر نہیں ہے۔ اس آیت کو بہ غور دیکھیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ہاتھ لگانے کے لیے نظیف ہونے کی شرط نہیں بل کہ مُطَہَّر ہونے کی شرط لگائی ہے۔

الطّھورُ شَطرُ الایمَان:

دینِ اسلام میں طہارت کا خیال رکھنا اور اس کے اہتمام پر ہمیشگی و نظر رکھنا ایک مسلمان کی زندگی، اس کے ماحول، گھر، اس کی شخصیت، اس کی خوراک، غذا، اس کی آمدنی، روزگار، معاملات، لباس، اطوار، انداز، شخصیت، عقائد، باطن، اس کی سوچ، افکار، نشست و برخاست، گفت گو اور اعمال میں شامل ہونے کے ساتھ اس کے پورے دن کے معمول سے متعلق ہر امور اور ہر پہلو میں شامل ہے کیوں کہ شریعتِ اسلامیہ میں طہارت ہر مسلمان

---

[1] : https://www.rekhtadictionary.com/ retrieved on:17-05-2022

[2]: القرآن، سورۃ الواقعۃ، آیت:80

کی ظاہری (حسّی) طہارت یعنی وضو، غسل، تیمم، پانی سے پاکی حاصل کرنا کے معاملات کو شامل ہونے کے ساتھ معنوی (باطنی) طہارت یعنی دل کے وہ امراض جن کا تعلق اخلاقِ رذائل سے ہے، مثلاً: جھوٹ، غیبت، نفاق، حسد اور شرک جو روح کی کثافت کا سبب بنتے ہیں ان کو بھی شامل ہے۔ دینِ اسلام ان تمام مشمولات سے منسلک اور متعلق پاکی کے مختلف امور اور احکامات کا اپنی تعلیمات میں احاطہ کیے ہوئے ہے۔

شَطرُ الایمَان:

طہارت کے لیے حدیثِ مبارکہ "الطّھور شطر الایمان"[3] ہے۔ لغت میں شطر کے معنی جز اور نصف دونوں کے آتے ہیں۔ بعض حضرات کے مطابق پاکیزگی نصف ایمان ہے اور بعض کے مطابق پاکیزگی (صفائی) ایمان کا حصّہ یعنی اس کا جز ہے۔ اگر جز کے تناظر میں دیکھیں تو شطر الایمان کے معنی یہ ہیں کہ دینِ اسلام کے پیروکاروں کے لیے ہر ہر عمل سے قبل طہارت کا اہتمام کسی نہ کسی صورت بہت ضروری ہے کیوں کہ ہر مسلمان کو طہارت کا حصول و اہتمام ہی عبادات کی ادائیگی کے لیے اور پھر اللہ کی بارگاہ میں اس عمل کی قبولیت کے لیے اہل بناتا ہے۔ جن معاملات میں ظاہری طہارت (وضو، غسل) شرط نہیں وہاں معنوی طہارت کا نہ ہونا یعنی عقائد و نیت کی خرابی، غلط و منفی سوچ، باطن میں ریاکاری، شرک، مضموم و مفسد مقاصد اور حرام خوراک کا استعمال اس عمل کو رد کر دے گا اور قبولیت کے معیار سے نیچے گرا دے گا۔

جز کے اعتبار سے:

لہٰذا، عمل کی مقبولیت اور اس کو اعلیٰ درجے تک پہنچانے کے لیے طہارتِ معنوی کا ہونا اوّل حیثیت رکھتا ہے جب پہلا درجہ درست ہو گا تبھی اگلا درجہ قبولیت کے لیے آگے بڑھے گا ورنہ رد کر دیا جائے گا۔ مثلاً: زکوٰۃ کی ادائیگی سے قبل نیت اور مال کا خالص، حلال، طیب ہونا اور صرف اللہ کے لیے عمل کا خاص ہونا عبادت کی قبولیت کے لیے بہت ضروری ہے۔ اسی طرح کلمہ شہادت میں نیت کو خالص اللہ کے لیے رکھنا ایمان کی پختگی کے لیے ضروری ہے۔ عمل

---

[3]: قشیری، مسلم بن حجّاج، صحیح مسلم،کتاب الطّھارات،باب فضل الوضوءِ، دارالاشاعت، کراچی، 2018ء، حدیث نمبر:432ج 1،ص:315

کے معاملے میں نیت کو اللہ کی بارگاہ میں تقدّم حاصل ہے اور نیت کا تعلق دل اور بندے کے ایمان سے ہے۔ اس لحاظ سے ہر عمل میں خواہ اس کا تعلق دین سے ہو، دنیا سے ہو، کسی انسان سے ہو یا انسان کا خود اپنی ذات سے ہو یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تعلق رکھتا ہو ہر ایک میں طہارت کو کسی نہ کسی صورت ایک جز کی صورت میں ایسا دخل حاصل ہے جو شرط کی حیثیت پر ہے۔

نصف ایمان کے اعتبار سے:

اگر طہارت کو نصف ایمان کے حوالے سے دیکھیں تب بھی بہت سے امور میں ظاہری طہارت کے ساتھ معنوی طہارت دونوں کا بیک وقت ہونا بہت ضروری ہے۔ مثلاً نماز اور حج کی مثال لے لیں کہ ان کی ادائیگی سے پہلے طہارت ضروری ہے اور دورانِ ادائیگی نیت کا صرف اللہ کے لیے خالص ہونا اہم ترین ہے جسے خشوع و خضوع کہا جاتا ہے۔ ورنہ طہارتِ معنوی کا نہ ہونا، ادا کی جانے والی عبادت یعنی اعمال میں فساد پیدا کرنے کا سبب بنے گی۔ کیوں کہ باطن میں موجود ریاکاری، بدنیتی یا توجّہ کا الی اللہ نہ ہونا اس عمل کو مقبولیت کے معیار سے نیچے کر دے گا کیوں کہ باطنی طہارت کی شرط کو پورا نہیں کیا گیا۔ (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے)

اس موضوع کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین انداز سے احیاء العلوم میں طہارت کے باب میں بیان کیا ہے آپ باطن کی طہارت کی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں: "جب آدمی وضو سے فارغ ہو کر نماز پر متوجّہ ہو تو چاہیے کہ اپنے دل میں سوچے کہ میرا ظاہر پاک ہو گیا جس کو خلق دیکھتی ہے تو یہ بڑی شرم کی بات ہے بدون دل کے پاک کرنے کے خدائے تعالیٰ سے مناجات کروں کہ دل اس (اللہ) کے دیکھنے کا مقام ہے اور یہ ٹھان لے توبہ سے دل کو پاک کرنا اور اخلاقِ بد سے خالی ہونا اور عمدہ اخلاق کا عادی ہونا بہت بہتر ہے اور جو شخص صرف ظاہر کے پاک کرنے پر اکتفاء کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی بادشاہ کو اپنے گھر میں بلائے اور گھر کو خس و خاشاک سے آلودہ چھوڑ کر باہر کے دروازے پر گچ اور چونا پھروادے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص مستحق غضب سلطانی ہو گا۔[4]

---

[4]: غزالی، امام محمد، احیاء العلوم، مترجم: مولانا محمّد احسن صدّیقی، دارالاشاعت، کراچی، ج:1، 1979ء، ص:232

اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی:

اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہیں اور پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں، وہ صاف ہیں اور صفائی کو پسند کرتے ہیں[5]۔ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصدِ حیات رب کی رضا سے وابستہ ہوتا ہے اور رضائے الٰہی اُن احکامات پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہوتی ہے جن کے کرنے اور رکنے سے شریعت (قرآن، حدیث، سنّتِ رسول) احکامات دیتی ہے۔ ایک مسلمان میں کن خصوصیات اور صفات کا ہونا ضروری ہے اس حوالے سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لیے ان صفات کی وجہ سے پسندیدگی اور محبت کے حوالے سے بہت سی آیات ہیں۔[6] جن کی رو سے اللہ تعالیٰ ان بندوں کے مُحِب اور محبوب دونوں ہیں اور وہ بندے چوں کہ اللہ کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں تو وہ اللہ کے مُحِب ہونے کے ساتھ اس کے محبوب بھی ہیں۔ اور طہارت کا اہتمام کرنے والوں کے لیے اللہ کا محبوب ہونے کی بشارت ہے۔[7] اللہ اور بندے کی یہ محبت دو طرفہ ہے۔ یعنی ان بندوں کے لیے اللہ کی پسندیدگی سے مراد ان کے لیے مقام کی بلندی، اعلیٰ درجے پر فائز ہونا اور تقرب الی اللہ ہے۔ ان ہی پسندیدہ لوگوں میں طہارت کا اہتمام کرنے والے افراد بھی شامل ہیں۔

ان الله يحب التوابين ويحب المتطهّرين[8]

اس آیت کو دیکھیں تو اللہ تعالیٰ نے طہارت کے ساتھ رہنے والوں سے پہلے توبہ کرنے والوں کا ذکر کیا ہے۔ توبہ روح کا غسل ہے۔ روح کو گناہوں سے پاک کرنے اور آئندہ انھیں نہ کرنے کا عزمِ مصمّم ہے جو باطن کو آلائشوں سے، گندگی اور روحانی کثافت سے بچاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ظاہر کی طہارت کے ساتھ باطن کی طہارت کا خیال بھی

---

[5]: ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ابواب الاستیذان والاداب عن رسول الله صلى الله عليه وسلّم، باب ماجاء فی النظافة، ج:2، حدیث نمبر: 2601، ص:303

[6]: اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی کے حوالے سے قرآن مجید کی یہ آیات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں: القرآن، سورۃ البقرۃ، آیت:222، 195، سورۃ التّوبۃ، آیت:04، 108، سورۃ آلِ عمران، آیت: 134، 159، 146، 31، سورۃ المائدۃ، آیت:42، سورۃ الصّف، آیت:40، سورۃ الحجرات، آیت:09

[7]: القرآن، سورۃ التوبۃ۔، آیت:108، سورۃ البقرۃ، آیت:222

[8]: القرآن، سورۃ البقرۃ، آیت:222

اتنا ہی لازمی، اہم اور ضروری ہے۔ یہ آیت طہارت پسندی کی وقعت، منزلت اوراہمیت کو واضح کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے بھی امّت کو اس عمل پر کاربند ہونے کی تعلیم دیتے ہوئے وضو کے بعد ان خصوصیات سے متّصف ہونے کی دعا سکھائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی طلب اور دعا کی گئی ہے کہ یااللہ مجھے توبہ کرنے والوں اور طہارت حاصل کرنے والوں میں کر دیں۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريكَ له، وأشهد أنَّ محمدًا عبده ورسوله، اللهم اجعلني من التَّوابين، واجعلني من المتطهرين[9]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پاک صاف لوگوں کے لیے فرمایا:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْاؕ-وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ [10]

اس میں وہ لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اس آیت کے حوالے سے ارشادِ نبوی ہے:

آپ ﷺ نے سورۃ التّوبۃ کی آیت 108 کی تلاوت فرمائی "فيه رجال يحبون ان يتطهروا،والله يحب المطهرين "(یہاں کے لوگ ایسے ہیں جو خوب طہارت حاصل کرنے کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خوب پاک صاف رہنے والے کو پسند فرماتا ہے) اور اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ یہ اہلِ قباء کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قباء کے لوگ ڈھیلوں سے استنجے کے بعد پانی سے طہارت حاصل کیا کرتے تھے اور اسی بنا پر یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی۔[11]

مقالہ نگار کی رائے:

---

[9]:جامع الترمذی، ابواب الطهّارة،باب ما يقال بعد الوضوءِ،ج:1، حديث نمبر:46،ص:55

[10]:القرآن، سورة التّوبة،آيت:108

[11]:سجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ،کتاب الطهارة،باب فی الاستنجاء بالماء،دارالاشاعت، کراچی،2008ء،ج:1،حدیث نمبر:44 ،ص : 46،47

ان آیات میں محبت کا اظہار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جس کی نسبت پاک رہنے والے بندوں کی جانب کی گئی ہے یعنی وجہء محبوبیت ان بندوں کا طہارت کے ساتھ گزارنے والی زندگی ہے۔ جس میں نجاست کو فوراً دور کیا جاتا ہے۔ یہ عمل طہارت، صفائی کی اہمیت کو روشن ، نمایاں،واضح اور آشکار کرتا ہے جس میں کوئی دورائے نہیں ہوسکتی۔ ایک مسلمان اپنی پوری زندگی میں اللہ کی خوش نودی کے حصول کے لیے عمل کرتا ہے اور اسی فکر میں رہتا ہے کہ اللہ کو یہ عمل پسند آیا ہو گا یا نہیں لیکن کچھ چیزوں میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی پسند کو اپنے بندوں کے لیے واضح اور روشن کر دیا۔ انہی میں سے ایک طہارت ہے، ربّ العالمین کا اس عمل کے لیے محبّت بھرا اظہار اس کی اہمیت کو از خود بڑھا دیتا ہے۔

انسانوں کے مزاج اور فطرت میں بہت سے رویے اور بہت سے اعمال ہوتے ہیں۔ لیکن کیا وہ رویّہ یا مزاج اچھا ہے، برا ہے، صحیح ہے یا غلط، اس کا فیصلہ الہامی مذاہب میں عقل نہیں بل کہ وحی طے کرتی ہے۔ اور دینِ اسلام کی بنیاد وحیء الٰہی پر ہے جس کی عملی تفسیر رسول اللہ ﷺ ہیں۔ قرآن کو دیکھیں یا آپ علیہ السّلام کی ذات مبارکہ کو دیکھیں؛ طہارت کا اہتمام وانتظام رسول اللہ نے بھی فرمایا اور خود قرآن میں بھی اس کی تاکید کی گئی ہے کہ عرب جیسے صحرائی وریگستانی ماحول میں جہاں پانی کی قلّت رہتی ہے، اس کے باوجود بھی پانی سے طہارت کے حصول پر کسی قسم کا ایسا سمجھوتہ نہیں کیا کہ بندہ ناپاک رہ جائے۔ تو طہارت کے ساتھ زندگی گزرانا ایک صحیح سمت میں زندگی گزارنا ہے ۔ طہارت اسلام کا معیار ہے۔ یہ اسلام کے شعائر میں سے ایک عمل ہے اور باعثِ اجر وثواب بھی ہے۔

طہارت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

طہارت کا حکم اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سورۃ المدثّر میں دیا:

وثیابک فطھّر و الرجز فھجر[12]

اور اے نبی ﷺ آپ اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھیے اور ہر قسم کی آلودگی اور نجاستوں سے دور رہیں۔

---

[12]: القرآن، سورۃ المدثّر، آیت:5،4

ان آیات کی تفسیر میں بہت سے مفسرین نے لباس کی پاکی سے ظاہری نجاست سے دوری کے ساتھ باطن اور نفس کی اصلاح، عقائد میں شرک سے اجتناب، اخلاقی رذائل، منفی خیالات، غلط سوچ اور گراوٹ سے بھرپور رویوں سے بچنا لکھا ہے۔ باطن کی منفیت، مفسد خیالات بھی نجاست میں شمار ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو نجس قرار دیا ہے۔[13] اب بہ ظاہر مشرکین جتنے بھی صفائی ستھرائی کے ساتھ ملبوس نظر آئیں لیکن ان کے اندورنِ خانہ مشرکانہ عقائد کے سبب وہ نجس قرار دیئے گئے ہیں۔

طہارت کے احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اس میں انسان کی چاہ، مرضی، پسند اور ناپسند کا کوئی دخل نہیں۔ اگر کسی پر غسل فرض ہے اور بہ جائے غسل کے وہ وضو کرلے تو شریعت کی نظر میں وہ پاک نہیں ہے۔ بل کہ حدثِ اصغر (پیشاب، پائخانہ، ریاح خارج ہونا) سے پاکی کا الگ طریقہ ہے۔ اسی طرح حدثِ اکبر (جنابت، حیض، نفاس) اور خبث (وہ نجاست جو کپڑے پر لگی ہو اسے اس پر سے پاک کرنا) اور نجاستِ معنوی (باطنی و قلبی امراض) سے پاکی کے علیحدہ علیحدہ طریقے اور احکامات ہیں۔ حدث اور نجاست سے پاکی کے ایک شرعی طریقے کو کسی دوسری قسم کی نجاست سے پاکی کے احکام پر خود سے لاگو نہیں کیا جاسکتا۔ نجاست کو دور کرنے کے لیے دینِ اسلام میں مشروع طریقے مقرّر ہیں۔ بعض صورتوں میں وضو فرض ہے اور بعض میں غسل لازم اور فرض ہے، لہٰذا، جس نجاست میں غسل فرض ہے وہاں وضو سے پاکی حاصل نہیں ہوگی بل کہ مشروع احکامات کی پابندی جائے گی۔

وضو کن امور میں فرض ہے:

جب استنجاء سے فارغ ہو تو وضو کرے[14] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وضو واجب نہیں ہوتا مگر آواز سے یا بو سے۔[15]

---

[13]: القرآن، سورۃ التوبۃ، آیت:28

[14]: غزالی، امام محمد، احیاء العلوم، ج:1، ص:228

[15]: ابن ماجه، ابو عبد الله محمّد بن يزيد، سنن ابن ماجه، دارالاشاعت، کراچی، 2011ء، كتاب الطّهارة وسننها، باب لا وضوءِ الا من حدث، ج:1، حدیث نمبر:515، ص:175

- اگر کسی نے فصد لی یا نکسیر پھوٹی یا چوٹ لگی اور خون نکل آیا یا پھوڑے پھنسی سے بدن بھر میں اور کہیں سے خون نکلا یا پیپ نکلی تو وضو ٹاٹ جاتا ہے۔
- اگر کسی جگہ پر زخم ہو اور وہاں سے خون نکل آئے لیکن خون اگر اپنے مقام سے باہر نہ نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر اپنی جگہ سے خون یا زخم کا پانی بہہ جائے تو ٹوٹ جاتا ہے۔
- اگر کسی زخم سے خون نہ نکلے لیکن اگر اس چوٹ یا دانے کو دبانے سے خون نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔
- تھوک میں خون اس قدر آئے کہ تھوک کا رنگ ہی لال ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اگر خون کم ہو کہ تھوک کا رنگ سفیدی یا زردی مائل ہے تو نہیں ٹوٹے گا۔
- منہ بھر کر قے ہونے سے یا خون کی الٹی چاہے کم ہو یا زیادہ ضو ٹوٹ جائے گا۔
- آنکھ میں تکلیف ہو، یا ناف میں تکلیف ہو یا چھاتی میں درد ہو اور درد کے سبب، تکلیف کے مقام سے پانی آجائے تو وہ پانی نجس ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- نماز میں بہت زور سے ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتی ہے۔
- لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے بندہ سو جائے اور ایسی غفلت ہو گئی کہ اگر وہ ٹیک نہ ہوتا تو بندہ گر پڑتا تو وضو ٹوٹ جائے گا، نماز میں بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے سو جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا البتہ سجدے میں سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- بے ہوش ہو جانے سے، یا جنون جس سے عقل جاتی رہے یا ایسا نشہ جس سے عقل مغلوب ہو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- پیشاب یا مذی کا قطرہ سوراخ سے باہر نکل آیا لیکن ابھی اس کھال کے اندر ہے جو اوپر ہوتی ہے تب بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ وضو ٹوٹنے کے لیے کھال سے باہر نکلنا ضروری نہیں۔

- مخالف جنس کے جب دو ختنے مل جائیں اور کچھ کپڑا وغیرہ بیچ میں آڑ نہ ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسی ہی اگر دو عورتیں اپنی اپنی شرم گاہیں ملائیں تب بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے (یہ نہایت غلط اور گناہ کا فعل ہے) دونوں صورتوں میں چاہے کچھ نکلے یا نہ نکلے ایک ہی حکم ہے۔
- جس کو شک ہو کہ فلانا عضو دھویا یا نہیں تو اگر اس پر یقین ہے کہ فلاں بات رہ گئی ہے تو اس کو کرلے۔[16]

غسل کن امور میں فرض ہے:

شریعت کے مطابق "غسل میں دو چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے ایک نیت کا ہونا دوسرا تمام بدن کو دھونا۔ چار قسم کے غسل واجب ہیں۔ اوّل: منی کے نکلنے سے، دوم: عورت مرد کی شرم گاہ ملنے سے، سوم: حیض کے بعد، چہارم: نفاس کے بعد۔ ان کے سوا باقی غسل سنّت ہیں۔ جیسے دونوں عیدوں کا نہانا، جمعہ کے روز، احرام کے لیے، عرفات یا مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لیے، مکّہ میں داخل ہونے کے لیے، ایّامِ تشریق کے تین دن نہانا۔ اور ایک قول بموجب طواف وداع کے لیے غسل کرنا، کافر کے مسلمان ہونے کے وقت بہ شرطے کہ ناپاک نہ ہو، مجنون کے ہوش میں آنے کے وقت، اور میت کو غسل دینے کے بعد نہلانے والے کا غسل کرنا یہ سب غسل مستحب ہیں۔[17]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب دو ختنے مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے مجھے اور رسول اللہ ﷺ کو ایسی ضرورت پیش آئی تو ہم نے غسل کیا[18]۔

جن صورتوں میں غسل فرض ہے تو غسل سے پہلے وہ شخص ناپاک شمار ہو گا اور مقدس مقامات سے دور ہی رہے گا تا آں کہ طہارت نہ حاصل کرلے۔ "رسول اللہ ﷺ مسجد کے صحن میں تشریف لائے اور بآواز بلند فرمایا مسجد حلال نہیں جنبی اور حائضہ کے لیے۔[19]

---

[16]: تھانوی، اشرف علی، بہشتی زیور مکمل، بیت السّلام، کراچی، 2009ء، ص: مخلصاً 49 تا 52

[17]: غزالی، امام محمد، احیاء العلوم، ج:1، ص:234

[18]: سنن ابن ماجه، كتاب الطّهارة وسننها، با ب ماجاء فی وجوب الغسل اذا التقی الختانان، ج:1، حدیث نمبر: 608، ص:199

رسول اللہ ﷺ نے نفاس والی عورت کے لیے چالیس یوم مقرر فرمائے الا یہ کہ وہ اس سے پہلے پاکی دیکھے۔[20]

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں حیض کا غسل کس طرح کروں؟ آپ نے فرمایا: ایک مشک میں بسا ہوا کپڑا لے لو اور پاکی حاصل کرو۔ پھر میں نے انھیں پکڑ کر کھینچ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی بات سمجھائی۔[21]

تیمّم:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے وضو کا طریقہ بتایا ہے اور اسی آیت میں اپنے بندوں سے اس بات کی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ تم پاک رہو۔ اور اگر کسی عارضے کے سبب پانی سے طہارت کا حصول ممکن نہ ہو تو اس صورت میں تیمم فرض ہوتا ہے یعنی مٹّی سے طہارت حاصل کی جائے گی۔

تیمم کا لغوی معنی "قصد اور ارادہ" کرنا ہے۔ شرعی اصطلاح میں تیمم کے معنی "چہرے اور کہنیوں سمیت بازوؤں پر پاک صاف مٹی کے ساتھ ہاتھ پھیرنا ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ پاک مٹی پر ہاتھ رکھا جائے اور پھر اس ہاتھ کو چہرہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا جائے۔ شرع میں تیمم کا حکم اُس وقت ہے جب نماز اور دیگر امور کی بجا آوری کے لیے پانی دستیاب نہ ہو۔[22]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ-وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا-وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

---

[19]: سنن ابن ماجه، كتاب الطّهارة وسننها،باب ماجاء في اجتناب الحائض المسجد،ج:1، حديث نمبر: 645، ص:209

[20]: سنن ابن ماجه، كتاب الطّهارة وسننها،باب ماجاء في النفساء كم تجلس، حديث: 649، ص: 210

[21]:بخاری، ابو عبداللہ محمّد بن اسماعیل،صحیح البخاری، ،کتاب الحیض، باب الغسل المحیض،دارالاشاعت، کراچی،2016ء، ج:1 حدیث نمبر:306،ص:157

[22] : https://thefatwa.com/urdu/questionID/358 (Retrieved on: 22/02/2024)

وَ اَیْدِیْكُمْ مِّنْهُؕ-مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَ لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ[23]

اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو اور اگر تم بے غسل ہو تو خوب پاک ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیتُ الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور ان صورتوں میں پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تا کہ تم شکر ادا کرو۔

تیمّم، دینِ اسلام میں مشروع ہے۔ شریعت نے تیمم یعنی پاک مٹّی سے پاکی حاصل کرنے کی راہ امّت کے لیے رکھی ہے کہ اگر کسی عذر، عارضے، نقص، مرض، تکلیف، درد یا بیماری کے سبب سے پانی کا استعمال انسانی صحت یا جان کے لیے خطرناک ہو تو وہاں تیمم کر کے پاکی حاصل کی جائے گی یا اگر پانی کم ہے کہ وہ پینے کے لیے ہے اور اگر اس سے وضو کر لیا تو پینے کے لیے کچھ باقی نہیں رہے گا تب تیمّم کیا جائے گا۔ تیمم کا حکم قرآن میں ہے احادیث میں ہے، آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ "حضرت میمونہ زوجہء مطہرہ نبی کریم ﷺ کے مولیٰ عبد اللہ بن یسار ابو جہیم بن حارث بن صمہ انصاری کی خدمت میں حاضر ہوئے، ابو جہیم نے بیان کیا نبی کریم ﷺ بئر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے، راستے میں ایک شخص نے آپ کو سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہیں دیا۔ پھر دیوار کے پاس آئے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح (تیمم) کیا پھر ان کے سلام کا جواب دیا۔[24] ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ایک مرتبہ مجھے غسل کی ضرورت ہو گئی اور پانی نہیں ملا، اس پر عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو یاد ہے وہ واقعہ جب میں اور آپ سفر میں تھے۔ ہم دونوں کو غسل کی ضرورت

---

[23]: القرآن، سورۃ المائدۃ، آیت:06

[24]: صحیح البخاری، کتاب التّیمم ،باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء و خاف فوت الصلوۃ،حدیث نمبر:327، ج:1،ص:165

ہو گئی، آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں زمین میں تیمم کی غرض سے لوٹ پوٹ ہو گیا اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے بس اتنا ہی کافی تھا اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر انہیں پھونکا اور دونوں سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔[25]" رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ الگ کھڑا ہے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوا، آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمھیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی چیز نے روک دیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے غسل کی ضرورت ہو گئی اور پانی نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: پھر پاک مٹّی سے تیمم ضروری تھا۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے۔"[26]

مقالہ نگار کی رائے:

احکامات کی ان تفصیلات سے یہ واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ ناپاکی کے ایام اور ایسے عمل کے بعد جن کا تعلق نجاست کے اخراج سے ہو شریعت ان سے متعلق پاکی کے مختلف احکامات مشروع کرتی ہے۔ طہارت انہی طریقوں پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کے بعد ہم عبادات کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔ ان احکامات سے انحراف کرنا شریعت سے روگردانی کرنا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی بھی کرنا ہے۔ ان تفصیلات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ طہارت کو دینِ اسلام میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے جسے معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ شریعت طہارت کے معاملے میں بندے کی طبعیت، عذر کو دیکھ کر آسانی بھی دیتی ہے، جیسے تیمم، تو کسی عذر کی وجہ سے پاکی کے اس حکم پر عمل کر کے پاکی حاصل کی جائے گی اور حکم کو پورا کیا جائے گا۔

اسوۃ رسول اللہ ﷺ اور طہارت کی تعلیمات کی اہمیت:

ہر مسلمان کے لیے اپنی پوری زندگی کے ہر ہر شعبے میں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس تمام تر اعمال کی ادائیگی کے لیے رہ نما ہے۔ امّتِ محمّدیہ سے اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی شخصیت، عادات، مزاج، اور اسوۃ

---

[25]: صحیح البخاری، کتاب التّیمم، باب هل ینفخ فی یدیه بعد مایضرب بهما الصعید للتیمم، ج:1، حدیث:328، ص:165

[26]: صحیح البخاری، کتاب التّیمم، بابا بلاترجمه، ج:1، حدیث:237، ص:170

کی اتباع کی جائے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع اللہ تعالیٰ ہی کی اتباع ہے۔[27] قرآن میں خود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو ہدایت کی ہے کہ آپ لوگوں سے اپنی اتباع کو میری (اللہ) کی محبت کا سبب قرار دینے کا اعلان کر دیں۔[28] رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی امّت کے لیے ایک روشنی ہے، آپ کی اطاعت مطیع کے لیے سالمیت کا راستہ ہے اور آپ کی اتباع رب کی رضا ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کی امّت کے لیے رہ نمائی، ہدایات اور تعلیمات نہ ہوں۔ ان ہی میں سے ایک طہارت ہے جس میں رسول اللہ کا اسوۃ اور تعلیمات دینِ اسلام کا ایک خاصّہ ہے۔ اسی لیے ایک مسلمان کبھی بھی طہارت اور صفائی سے اعراض و انحراف نہیں کر سکتا ۔ دینِ اسلام میں طہارت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فقہ اور احادیث (صحاحِ ستّہ) کی کتابوں میں عبادات کے موضوعات سے پہلے کتاب الطّھارۃ کے ابواب موجود ہوتے ہیں اور عبادت سے متعلقہ ابحاث سے پہلے طہارت کے تمام ابواب مکمل پہلوؤں اور صورتوں کو ملحوظ رکھ کر پڑھائے جاتے ہیں کیوں کہ طہارت و پاکیزگی کے احکامات سے ناواقفیت عبادات کو ناقص اور ناقابلِ قبول بنادے گی۔ اس ترتیب سے دینِ اسلام میں طہارت کی وقعت اور عبادات سے پہلے اس کے حصول اور اہتمام کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

شمائلِ نبوی ﷺ اور طہارت

ذیل میں اب رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے متعلق ان تعلیمات اور سنّتوں کو پیش کیا جائے گا جن کا تعلق طہارت، پاکیزگی اور صفائی ستھرائی سے ہے۔ یہ آپ علیہ السّلام کی ذات کا معجزہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی کہ زندگی کے ہر پہلو، ہر معاملے، ہر مسئلے میں رہ نمائی کے لیے امّتِ محمّدیہ، رسول اللہ ﷺ کی سنّتوں کی جانب رجوع کرتی ہے اور فیض یاب ہو کر اپنے عمل کے لیے رہ نمائی پالیتی ہے۔ اب طہارت کے مسائل کا تعلق ہر ایک

---

[27]: القرآن، سورۃ النّساء، آیت:80

[28]: القرآن، سورۃ آلِ عمران، آیت:21

انسان کے ساتھ ہے کیوں کہ قضائے حاجت، غسل، کپڑے یا جسم پر ناپاکی لگ جانا، پسینہ آنا، پھر بدبو آنا، غلط خیالات آنا، برائی میں ملوّث ہو جانا یہ سب نجاست ہے جو طبعیت کو بوجھل کرنے کے ساتھ سُست بھی کر دیتے ہیں جس سے کارکردگی میں بہت فرق آتا ہے تو ان سب سے ایسی نجات کہ جس سے طبعیت پھر سے تر و تازہ اور ہشاش بشاش ہو جائے، یہ سب طہارت سے ہی حاصل ہو گا اور یہ نظافت کیسے حاصل ہو گی؟ اس کے لیے اب ہم رسول اللہ کے طہارت کے بارے میں امور، اسوۃ، سنّت، شمائل، عادات، تعلیمات اور احکامات کو دیکھتے ہیں۔

کھانے سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنّت اور امّت کے لیے تعلیمات:

آپ ﷺ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے اور سیدھے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھانا نوش فرماتے۔[29] اور یہی ہدایت دوسروں کو بھی دیا کرتے تھے کہ عمر بن ابی سلمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا بیٹا قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ کہہ کر دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھانا شروع کرو۔[30] آپ جب کسی کھانے میں دست مبارک ڈالتے تو انگلیوں کو جڑوں تک کھانے میں نہیں بھرتے۔[31]

"حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں بچّہ تھا اور نبی کریم ﷺ کی تربیت میں تھا تو میرا ہاتھ پیالہ میں چاروں طرف گھومتا تھا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے اللہ کا نام لیا کرو اور دائیں ہاتھ سے کھایا کرو اور اپنے سامنے سے کھایا کر۔"[32] حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے کہ اس کے گھر میں میں خیر و برکت زیادہ ہو تو اسے چاہیے کہ جب صبح کا کھانا آئے تو ہاتھ

---

[29]: ترمذی ، محمّد بن عیسی ،شمائل ترمذی ،مترجم: مولانا محمّد زکریا، مرتّب:مولانا سعد حسن یوسفی،اصحّ المطابع و کارخانہ تجارت کتب،کراچی، س۔ن۔ ، ص:404

[30]: ایضاً، ص:ص:145

[31]: ایضاً، ص:405

[32]: سنن ابن ماجه،کتاب الا طعمة،باب الاکل بالیمین،حدیث نمبر:3268،ج:3،ص: 49

دھوئے اور جب دستر خوان اٹھایا جائے تو اس وقت بھی۔[33] حضور ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے اور اس میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔[34]

مقالہ نگار کی رائے:

رسول اللہ کے یہ تمام طریقے نظافت، نفاست، پاکیزگی، نزاکت کی عکّاسی کرتے ہیں چوں کہ کھانا کھانا ہر جان دار کی روز کی ضرورت ہے اسی لیے انسانوں بالخصوص مسلمانوں کے لیے دینِ اسلام میں اس حوالے سے بھی طہارت ،عمدگی اور سلیقے کے اطوار کو ملحوظ رکھنے کی تعلیمات رسول اللہ ﷺ کی جانب سے امّت کے لیے دستور العمل ہیں ۔آپ علیہ الصلاۃ والتّسلیم کھانے کے بارے میں خود بھی اس خوش سلیقگی، طہارت و نظافت کا اظہار فرماتے تھے جس کی روایت دیکھنے والوں نے آپ کے شمائل میں بیان کی ہیں۔ کھانا کھانے کی یہ نفاست ہمیں رسول اللہ سے ملی ہے جس کا اہتمام پوری امّت کے لیے سنّت ہے۔ رسول اللہ ﷺ وقتاً فوقتاً جہاں کہیں کسی کو کھانے کے دوران کوئی ایسا عمل کرتا دیکھتے جس سے اگلے کو گندگی محسوس ہو تو فوراً اصلاح فرماتے۔

کھانا کھانا ہم سب کا روز کا معمول ہے۔اور ہماری صحت کا انحصار ہی ہماری خوراک پر ہے۔اگر گندے طریقے سے بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھایا جائے گا تو بیماریاں معدے میں داخل ہو کر صحت کو متاثر کریں گی جس سے بندہ بیمار ہو جائے گا لیکن اگر کھانا صفائی کے اصول اختیار کر کے کھایا جائے تو صحت مندی کا باعث ہو گا۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے کہ پہلے ہاتھوں کو دھویا جائے اور اپنے آگے سے کھایا جائے، ہاتھ کو پوری پلیٹ میں نہ گھمایا جائے کہ اس سے پلیٹ میں گندگی ہوتی ہے اور اگلے کو گھِن محسوس ہوتی ہے جس کے بعد وہ آپ کی پلیٹ میں آپ کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہو سکے گا۔ اس عمل سے رسول اللہ کی نظافت کا مزاج بھی سمجھ آتا ہے کہ آپ معیاری انداز سے ،صفائی سے کھانا نوش فرماتے تھے۔اور اس عمل کی تعلیم امت کو بھی دیتے تھے۔ اور سیدھے ہاتھ سے

---

[33]: سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب الوضوء عند الطعام،حديث نمبر:3260، ج:3، ص: 47

[34]: سنن ابی داؤد، باب فی النفخ فی الشراب والتنفس فيه، حديث:329،ج:3،ص:329

کھانے کی حکمت یہی ہے کہ الٹا ہاتھ قضائے حاجت میں استعمال ہوتا ہے تو بائیں ہاتھ کو خوراک کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

سونے سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنّت اور امّت کے لیے تعلیمات:

سوتے وقت رسول اللہ مسواک کرتے، وضو کرتے، سر کے بالوں اور داڑھی مبارک میں کنگھا کرتے۔[35] آپ ﷺ عام طور سے سونے سے پہلے وضو کر کے سونے کے عادی تھے۔ اگر رات کے کسی حصّے میں آنکھ کھلتی تو قضائے حاجت کے بعد صرف چہرہ اور ہاتھوں کو دھو کر سوتے تھے۔ رات کو جب آپ ﷺ آرام فرماتے تھے تو چارپائی کے نیچے ایک لکڑی کی حاجتی رکھی رہتی رات کو جاگتے تو اس میں پیشاب کرتے۔[36] حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ کے لیے برتن ڈھانپ کر رکھتی تھی۔ ایک طہارت کے لیے، دوسرا مسواک کے لیے اور تیسرا پینے کے لیے۔[37] رات کو سونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بستر کو جھاڑنے کا حکم فرماتے ہیں کہ کہیں کوئی مضر چیز نہ گزری ہو[38]۔

مقالہ نگار کی رائے:

سونا ہر انسان کی حاجت ہے اور انسان اگر سوئے گا نہیں تو طبعیت اور دماغی کارکردگی متاثر ہوگی۔ دینِ اسلام میں سونے کے بھی آداب ہیں جن میں طہارت کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور یہ آداب رسول اللہ ﷺ کی سنّت ہیں جن پر امت کے لیے پیروی کرنا ضروری ہے۔ رسول اللہ کی سنّتیں آپ کی اُمّت کی صحت، زندگی اور دین کی مضبوطی کے لیے صد فیصد فائدہ مند ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے سونے کا تو اس میں پورا جسم آرام کی کیفیت میں ہوتا ہے اور اس میں آپ ﷺ باقاعدہ وضو کر کے، مسواک کر کے، قضائے حاجت سے فارغ ہو کر بستر جھٹک کر، زلف مبارک پر کنگھا

---

[35]: شمائلِ ترمذی، ص:414

[36]: ایضاً، ص:413

[37]: سنن ابن ماجه، كتاب الاشربة، باب تخمير الاناء، ج:3، حديث نمبر:3412، ص:83

[38]: سنن ابن ماجه، كتاب الدّعاء، باب ما يدعوا به اذا اوى الى فراشه، ج:3، حديث نمبر:3874، ص:195

کر کے سوتے تھے۔ مسواک کرنے کی حکمت منہ کی صفائی ہے کہ رات کو منہ بند رہنے سے خوراک کے ذرّات بند منہ میں سڑتے ہیں جس سے دانتوں میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں جس سے دانت کمزور ہوتے ہیں، ان میں درد ہوتا ہے اور پھر منہ میں بدبو بھی پیدا ہوتی ہے لیکن مسواک کرنے سے دانتوں کی صفائی کے ساتھ مسواک کی لکڑی سے نکلنے والا رس حلق، منہ کے جملہ مسائل اور معدے کے لیے اکسیر ہے۔ مسواک کرنا حضور ﷺ کی سنّت ہے جو دانتوں کی حفاظت اور صفائی کا بہترین ذریعہ ہے۔

کنگھی کرنے کی حکمت یہی معلوم ہوتی ہے ایک تو ذہن کو ہلکا کر کے سویا جائے، دوسرا یہ کہ اپنی شخصیت کو ہر پہلو سے صاف رکھا جائے، خواہ آپ انجمن میں ہوں یا خلوت میں ہوں۔ زلف مبارک کی صفائی اور رات میں کنگھی کرنا سنّتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔

رات کو وضو کرنے کی حکمت پاکی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ سونے کا دوارنیہ تقریباً چھ سے آٹھ گھنٹے پر مشتمل ہوتا ہے اور مؤمن اگر دین پر صحیح سے عمل پیرا ہو تو اس کا سونا بھی عبادت ہوتا ہے اور وضو دینِ اسلام کا حصّہ ہے۔ بہ ہر حال، وضو کر کے سونے کا مطلب پاک ہو کر سونا ہے۔ اپنے اوپر سے میل کچیل ہٹا کر، ہلکا پھلکا ہو کر سونا ہے، اسی لیے کہ ہر چیز کے اثرات ہوتے ہیں، ناپاک حالات میں بغیر قضائے حاجت سے فارغ ہو کر سوئیں گے تو پھر معدے سے اٹھنے والے بخارات اوپر ذہن کی طرف جائیں گے جس سے ڈراؤنے، شیطانی یا لغو خواب آئیں گے۔ جس کے بعد ذہن بوجھل پن محسوس کرے گا اور اگر سونے کے دوران قضائے حاجت محسوس ہو تو اس دوران بھی اس سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھو کر سونا ہے۔

دن بھر کی تکان کے بعد سونے سے پہلے پاکی کا یہ نبوی عمل انسانی ذہن کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ اس کے لاشعور میں یہ چیز اَن مٹ ہو جاتی ہے کہ اسے ہر کیفیت میں نظافت کا اہتمام کرنا ہے اور پاک رہنے کی روِش کو قائم رکھنا ہے کیوں کہ سونے کی حالت میں انسانی ذہن ایک پُر سکون کیفیت میں ہوتا ہے اور انسانی ذہن کے لاشعور میں اگر کسی چیز کو محفوظ کرنا ہو تو سکون کی کیفیت میں ہی اس عمل کا پیغام ذہن میں ڈالا جاتا ہے تو سونے سے پہلے پاکی، وضو اور مسواک کی سنّت ہر پہلو سے ایک مسلمان کے لیے صحت بخش، اور تندرست عمل ہے۔

بیدار ہونے سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنّت اور امّت کے لیے تعلیمات:

آپ سو کر اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف کیا کرتے تھے۔[39] اس کے علاوہ آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ بیدار ہونے کے بعد قضائے حاجت سے فراغت کے بعد وضو کرتے پھر خوش بو منگا کر لباس پر لگاتے اور سر مبارک پر بھی خوش بو لگاتے تھے۔ آپ ﷺ ریحان کی خوش بو کو بہت پسند فرماتے تھے اور عود کی خوش بو کو تمام خوشبوؤں سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔[40] حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ خوش بو کا استعمال فرماتے تھے؟ وہ کہنے لگیں ہاں۔ مردانہ خوش بو استعمال فرماتے تھے مثلاً: مشک اور عنبر۔[41]

مقالہ نگار کی رائے:

سونے سے پہلے اور بیدار ہونے کے بعد جو چیز آپ ﷺ کے عمل میں مشترک ہے وہ مسواک ہے، وضو ہے اور زلف مبارک کی صفائی اور نظافت ہے۔ مسواک کے اَن گنت فوائد ہیں کیوں کہ رات کو مسواک اسی لیے کیا گیا کہ خوراک کے ذرات منہ سے نکل جائیں اور صبح میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے رات بھر منہ کے بند رہنے سے جو بو پیدا ہوئی ہو وہ ختم ہو جائے دوسرا یہ کہ صبح کے بعد لوگوں سے ملنے ملانے کے معاملات اور معاشرتی زندگی شروع ہو جاتی ہے لہٰذا دورانِ گفت گو منہ میں سے کسی قسم کا بھپکا نہ نکلے ساتھ ساتھ اس برائی سے نجات بھی ملے۔ رسول اللہ کا یہ عمل امت کی تعلیم کے لیے بھی تھا تاکے لوگ اس پر عمل کریں لیکن ہمارے ہاں اب منہ کی صفائی سے متعلق کوئی خاص دھیان اور توجّہ نہیں ہے اندر سے رنگین منہ، پان، گٹکا، گندی قسم کی چیزیں منہ میں ڈالی جاتی ہیں، پھر ان کو سرِ عام روڈوں پر تھوکا جاتا ہے جس سے ماحولیاتی آلودگی بڑھتی ہے، کھانے والے کی صحت متاثر ہوتی ہے اور اگر منہ میں نشے کی کوئی چیز ہو تو کہنے والے کی بات بھی نہیں سمجھ آتی اور شخصیت کا تاثر بھی بُرا قائم ہوتا ہے۔ یہ عمل کہیں سے

---

[39]: نسائی، ابو عبدالرّحمٰن، سننِ نسائی، کتاب الطّھارۃ،باب السّواک اذا قام من اللیل ، دارالاشاعت، کراچی، 2008ء، ج:1، حدیث:2، ص:23

[40]: شمائلِ ترمذی، ص:414

[41]: سنن نسائی، کتاب الزینۃ،باب العنبر، ج:3، حدیث نمبر:5122، ، ص:391

بھی اسلامی نہیں جو سنّتِ رسول سے دوری اختیار کرنے کا نتیجہ ہے جس کے بعد کا حاصل بندے کے لیے خسارہ ہوتا ہے۔ وضو کا اہتمام مسلمان ہی کرتے ہیں جس میں جسم کے کئی حصّے دھوئے جاتے ہیں جن سے متعلقہ عضو کے گناہ بھی جھڑتے ہیں۔ بندہ پاک بھی ہو جاتا ہے اور اس کی شخصیت کا ایک اچھا اور پاکیزہ تعارف بھی قائم ہوتا ہے۔

زلف مبارک کی صفائی سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنّت اور امّت کے لیے تعلیمات:

آپ ﷺ سفر میں ہوں یا حضر میں ہمیشہ بوقتِ خواب آپ کے سرہانے[42] سات چیزیں رکھی رہتیں۔ تیل کی شیشی ۔کنگھا، سرمہ دانی، قینچی، مسواک، آئینہ اور ایک لکڑی کی چھوٹی سی سیخ جو سر وغیرہ کُھجانے کے کام آتی تھی۔ آپ پہلے داڑھی اور سر مبارک میں تیل لگاتے اور پھر کنگھا کرتے۔ آپ سر کے بالوں میں کثرت سے تیل ڈالنے کے عادی تھے۔ اور پانی لگا کر بھی داڑھی مبارک میں کنگھی کیا کرتے تھے۔[43] آپ اپنے سرِ مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرمایا کرتے تھے تو اپنے سرِ مبارک پر ایک کپڑا ڈال دیا کرتے تھے جو تیل کے کثرتِ استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہو۔ یہ احتیاط آپ کے نظافت کے مزاج سے سبب تھی تاکے عمامہ وغیرہ خراب نہ ہو۔[44] اس کپڑے کے تیلی ہونے کے باوجود حضور ﷺ کی خصوصیت میں شمار کیا گیا ہے کہ آپ کا یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا، نہ آپ کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی نہ کھٹمل خون چوس سکتا تھا[45] ایک روایت ہے کہ عمرۃ کہتی ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضورِ اقدس آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑے میں خود ہی جوں تلاش کر لیتے تھے، خود ہی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔[46] اس بات پر علماء کی یہی تحقیق ہے جس سے راقم کو بھی اتّفاق ہے کہ حضور ﷺ کے بدن یا کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی تھی اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جوں بدن کے میل سے

---

[42]: شمائلِ ترمذی، ص:414

[43]: ایضاً، ص:415

[44]: ایضاً، ص:36

[45]: ایضاً، ص:100

[46]: ایضاً، ص:295

پیدا ہوتی ہے اور پسینہ سے بڑھتی ہے اور حضور ﷺ سراسر نور تھے وہاں میل کچیل کہاں تھا؟ اسی طرح آپ کا پسینہ سراسر گلاب تھا جو خوش بو میں استعمال کیا جاتا تھا۔ بھلا عرقِ گلاب میں جوں کا کہاں گزر ہو سکتا ہے۔ اس لیے اسے تلاش کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس احتمال سے کہ شاید کسی دوسرے کی جوں چڑھ گئی ہو تلاش فرما لیتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ تلاش کرنا دوسروں کی تعلیم کے لیے تھا کہ جب حضور ﷺ کو اس کا اہتمام کرتے دیکھیں گے تو زیادہ اہتمام کریں گے۔[47]" آپ ﷺ کبھی کبھی اپنے بالوں میں تیل ڈالتے اور کنگھی کرتے اور فرماتے کہ کبھی کبھی تیل ڈالا کرو آپ نے فرمایا کہ جس کسی کے بال ہوں چاہیے کہ ان کی خدمت کرے یعنی ان کو میلوں سے بچائے اور آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا کہ اس کی داڑھی کے بال پراگندہ تھے آپ نے فرمایا کہ کیا اس کے پاس تیل نہ تھا جس سے بالوں کو درست کر لیتا پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی آتا ہے جیسے شیطان۔ آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی آپ دن میں دو بار اپنی داڑھی میں کنگھی کیا کرتے تھے۔"[48]

مقالہ نگار کی رائے:

انسانی سر میں ان گنت بال ہوتے ہیں، اور ان کا اکرام کرنا ضروری ہے۔ اکرام سے مراد ان کی صفائی ستھرائی، ان کی زینت کا خیال رکھنا، ان میں تیل ڈالنا، ان کی کنگھی رکھنا، انھیں الجھنے نہ دینا، انھیں سلجھا کر سلیقے سے سمیٹ کر رکھنا، بکھرے رہنے نہ دینا، ان کو دھونا، ان میں جوں یا لیکھیں نہ ہونے دینا، ان کی خراش تراش کرتے رہنا۔ بالوں کی تکریم سے یہ سب امور مراد ہیں، جس کا اہتمام رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔ پیچھے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے کنگھی کر کے سوتے تھے اور بیدار ہونے کے بعد بھی قضائے حاجت، مسواک اور وضو سے فراغت کے بعد زلف مبارک میں خوش بو لگایا کرتے تھے۔ اور تیل لگانے کے بعد الگ سے سر پر کپڑا رکھنا کہ دوسری چیزوں میں تیل کے دھبے نہ لگے، یہ نظافت کے سبب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل سے طہارت کے اہتمام کے ساتھ

---

[47]: ایضاً، ص:296

[48]: غزالی، امام محمّد، احیاء العلوم، ج:1، ص:235

ساتھ اعضائے جسمانی کی صفائی، ان کی قدر، ان کی دیکھ بھال، ان کی نگرانی کہ ان میں میل نہ لگے اور اللہ کی عطا کردہ نعمت کی قدر دانی ظاہر ہوتی ہے۔ ہم اپنے ہاں کتنے ہی لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے بالوں میں میل کی بتیاں جم جاتی ہیں ایسے گندے غلیظ بالوں کو دیکھ کر ابکائی محسوس ہوتی ہے تو دینِ اسلام ان سب رویّوں کی مذمّت کرتا ہے۔ اسی طرح خواتین کے بالوں میں سے اکثر کے بالوں میں چپکی لیکھیں جب روشنی میں نمایاں ہوتی ہیں تو گندگی محسوس ہوتی ہے۔ دینِ اسلام اس گندگی کی صفائی کا حکم دیتا ہے۔ رسول اللہ کی زلف مبارک کان کی لو تک تھیں اور بعض اوقات مصروفیات کے سبب کندھوں تک بھی آجایا کرتی تھیں کہ آپ کو انھیں کٹوانے کا موقع نہیں ملتا تھا لیکن اسوۂ رسول ﷺ سے واضح ہو گیا کہ زلفوں کے لمبے ہونے کے بعد بھی آپ ان کی صفائی کا خاص اہتمام صبح و شام میں فرماتے تھے تاکے ان میں گندگی پیدا نہ ہو ورنہ دیگر امراض بھی لگ سکتے ہیں۔

سر میں موجود جوئیں جسم کا خون چوستی ہیں اور اگر وہ زیادہ ہو جائیں یا زیادہ عرصے سر میں رہیں تو سر میں دیگر امراض پیدا کرنے کی وجہ بھی بنتی ہیں۔ لہٰذا طہارت کا اہتمام خواہ اس کا تعلق جسم کے کسی بھی حصّے سے ہو، صحت مندی کی ضمانت ہے۔ اسوۂ رسول کی پیروی انسانی زندگی کی حفاظت فرماتی ہے۔

اعضائے جسمانی کی طہارت سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنّت اور اُمّت کے لیے تعلیمات:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ مونچھیں کترنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا، ناخنوں کو کاٹنا، جوڑوں کی جگہ دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیرِناف بال مونڈنا، استنجاء کرنا۔ پھر راوی فرماتے ہیں کہ میرے خیال کے مطابق دسویں چیز کلی کرنا ہے۔[49] اور انھیں کاٹنے کی میعاد چالیس دن میں ایک مرتبہ ہے۔[50] ایک اور حدیث میں ختنہ کرنا، شرم گاہ سے متصل کپڑے پر پانی چھڑکنا کا بھی ذکر ہے۔[51]

---

[49]: سنن ابن ماجه، كتاب الطّهارة، باب الفطرة، ج:1، حديث نمبر:293، ص:122

[50]: سنن ابی داؤد، باب فی اخذ الشارب، ج:3، حديث نمبر:797، ص:235

[51]: سنن ابن ماجه، كتاب الطّهارة، باب الفطرة، ج:1، حديث نمبر:294، ص:122

بالوں کی صفائی کے حوالے سے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بال صاف پاؤڈر لگاتے تو اپنے مقام ستر سے ابتداء کرتے اور باقی مقامات پر ازواج رضی اللہ عنہن میں سے کوئی لگاتی۔[52]

آپ ﷺ پندرہویں دن ناخن کٹواتے۔[53] سیرت طیبہ میں ہمیں ناخن کاٹنے کا باقاعدہ طریقہ ملتا ہے۔ ناخن روز کی بنیاد پر غیر محسوس طور پر بڑے ہوتے ہیں اور ان میں میل اور جراثیم جمع ہو جاتے ہیں جو آنکھوں سے نظر نہیں آتے ۔ پھر ہاتھوں سے کھانا کھانا اور دیگر امور بھی انجام پاتے ہیں، اگر ان کی صفائی اور طہارت کا خیال نہ رکھا جائے تو جو کھانا بھی کھایا جائے گا اس میں ناخنوں کا میل بھی خوراک کا حصّہ بنے گا اسی لیے سیرتِ طیبہ میں اُمّتِ مسلمہ کو بڑھے ہوئے ناخن کاٹنے کا حکم اور تعلیم ہے۔ جس کا طریقہ اور ترتیب اسوۃ حسنہ میں درج ہے:

"پہلے سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی، بیچ کی انگلی، بیچ کی انگلی کی برابر والی انگلی، چھنگلیا۔ پھر الٹے ہاتھ کی چھنگلیا، اس کے برابر والی انگلی، بیچ کی انگلی، شہادت کی انگلی، انگوٹھا پھر سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا[54] جب کہ پاؤں کی ترتیب میں سب سے پہلے سیدھے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرتے اور بالترتیب انگوٹھے تک ختم کرتے پھر الٹے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرتے اور بالترتیب انگوٹھے تک ختم کرتے۔[55]

انسانی جسم میں کان بہت بڑی نعمت ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، احیاء العلوم میں طہارت کے باب کی ذیل میں انسان کی آٹھ رطوبتوں کی پاکی کا ذکر کرتے ہیں، بقیہ سات کا ذکر تو مذکورہ بالا میں بیان ہو گیا، کان کی صفائی کے حوالے آپ لکھتے ہیں: "وہ میل جو کان کے پیچوں میں جمع ہو جاتا ہے اس میں سے جو اوپر ہوتا ہے وہ مسح سے دور ہو جاتا ہے اور جو سوراخوں کے اندر ہوتا ہے اس کے لیے چاہیے کہ حمام سے باہر آنے کے بعد نرمی کے ساتھ اس کو صاف کر لے اور اگر زیادہ ایسا کرے گا تو وہ قوّتِ سامعہ کو مضر ہے۔[56] "

---

[52]: سنن ابن ماجه، كتاب الادب، باب الاطلاءِ بالنورة، ج:3، حديث نمبر:3861، ص:161

[53]: شمائلِ ترمذی، ص: 416

[54]: ایضاً، ص:415

[55]: ایضاً، ص:416

[56]: غزالی، امام محمّد، احیاء العلوم، ج:1، ص:235

مقالہ نگار کی رائے:

انسان کا پورا جسم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، پورے جسم میں ہاتھ پاؤں، بال، انگلیاں، ناخن، آنکھیں، دانت، کان، ناک، ہڈیاں، ہر ہر جوڑ، نسیں، سب شامل ہیں اور ہر چیز کی اہمیت مُسلّم ہے کہ ہر ایک کی اپنی اپنی کارکردگی انسانی جسم اور صحت کے لیے ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحیح سالم جسم کے ساتھ پیدا تو کر دیا اب اس کی حفاظت کیسے کی جائے؟ تو رسول اللہ کے اسوۃ اور تعلیمات کو دیکھنے کے بعد یہی سمجھ آتا ہے کہ اس کا جواب طہارت کے اہتمام اور اس کو قائم رکھنے میں پنہاں ہے۔ کسی بھی چیز کی اہمیت اور وقعت کا اندازہ اس کی ضد یا اس کے متضاد پہلوؤں کو دیکھ کر ہوتا ہے جیسے سچ کی اہمیت جھوٹ کو دیکھ کر یا اس کے تلخ تجربے سے گزرنے کے بعد ہوتی ہے۔ روشنی کی اہمیت اندھیرے سے ہوتی ہے بالکل ایسے ہی صفائی کی اہمیت، گندگی یا اس کے نتائج کو دیکھ کر فہم میں واضح ہوتی ہے۔ گندگی صفائی کے فقدان سے ہوتی ہے اور اگر صفائی کرنے کے انتظام کو بالکل سے ختم کر دیا جائے تو سوائے گندگی کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس کی عام مثال یہ ہے کہ ہم روز اپنے گھروں کی جھاڑو لگاتے ہیں، روز اپنا منہ دھوتے ہیں۔ بالفرض اگر ہم اپنے گھروں میں جھاڑو نہ لگائیں، اور نہ ہی اپنا منہ دھوئیں تو کیا نتائج بر آمد ہوں گے؟ گھر رہنے لائق نہیں بچے گا اور منہ دیکھنے لائق نہیں بچے گا۔ گھر کی جھاڑو اور صفائی نہ کرنے کے نتیجے میں گرد، کیڑے، جالے مٹی، چوہے، کاکروچ اور پتہ نہیں کیا کچھ سامنے آتا رہے گا اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ گھر رہنے کے قابل نہیں بچے گا اور ویران ہو جائے گا اور جو گھر کا مقصد تھا کہ اس میں رہائش ہو وہ فوت ہو جائے گا اور اگر منہ نہ دھویا جائے تو کوئی چہرہ نہیں دیکھے گا بل کہ جب دیکھے گا تو گھِن کھائے گا۔ حال آں کہ اللہ تعالیٰ نے تو اچھا بھلا منہ دیا تھا۔

اس مثال سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فعال اعضاء بہ طور نعمت عطا کیے ہیں اِن اعضاء کی بقاء، سلامتی، حفاظت، انسان کی ذمّے داری ہے اور اس ذمّے داری کو انسان صفائی ستھرائی کے اہتمام سے ہی پوری کر سکتا ہے یہی ذمے داری عین فطرت ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت میں سے ہیں یعنی ہر انسان میں مشترک ہیں۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ جن دس چیزوں کا ذکر حدیث مبارکہ میں کیا گیا ان کی طہارت وصفائی

کا اہتمام اگر نہ کیا جائے تو انسانی جسم کے ان حصّوں میں سڑان پیدا ہونے کے بعد کیڑے لگ جائیں گے اور ان سے تعفن، بدبو کا ایسا بھپکا اٹھے گا کہ انسان تو درکنار، جان ور بھی ایسے انسان کے پاس سے نہیں گزرے گا۔

مونچھوں کی کانٹ چھانٹ نہیں ہو گی تو وہ بغیر ترتیب کے بڑھتی رہیں گی اور پانی پینے یا کسی مشروب کو پینے کے دوران اس چیز میں ڈوبیں گی جو اس مشروب کو مکروہ کر دیں گی۔ دیکھنے والے کو بھی کراہت محسوس ہو گی۔ ناک میں پانی ڈال کر اگر صاف نہیں کیا جائے گا تو ناک میں اس کا میل جمتا جائے گا جس کے بعد سانس لینے میں دشواری ہو گی اور پھر اس کا میل ناک سے باہر کی طرف ظاہر ہو گا جو معاشرتی اور اخلاقی اقدار کے خلاف ہے۔ اس میل میں گندے جراثیم پیدا ہوں گے جو سانس کے ذریعے پھیپڑوں میں جائیں گے نتیجتاً بندہ بیمار ہو گا۔ بغل کے بال غیر ضروری بالوں میں شمار ہوتے ہیں اگر ان کی صفائی نہ کی جائے تو باوجود نہانے کے پسینہ کے اخراج کے سبب میل ان بالوں میں جمے گا جس سے بدبو آئے گی اور پھر وہ جگہ بدبو کا گڑھ بن جائے گی۔ لہٰذا، ان کی صفائی انسانی شخصیت کے وقار اور معیار کے قیام کے ساتھ انسانی صحت و نفسیات پر اچھے اور صحت بخش اثرات مرتّب کرے گی۔ ان سب چیزوں کی صفائی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات اعلیٰ ترین، کامل نمونہ ہے جس کی تقلید میں دنیوی اور اخروی نجات ہے۔

قضائے حاجت سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنّت اور تعلیمات:

قضائے حاجت کے مسائل تو ہر جان دار سمیت انسانوں کے ساتھ بھی لاحق ہیں اور اس سے کسی کو استغنا نہیں ہے۔ یہ مکمل نجاست ہے۔ قضائے حاجت کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ کی خاص سنّت اور عادات تھیں جس میں نجاست کے دوران بھی نجاست کی چھینٹوں سے مکمل احتیاط کا اہتمام ہوتا تھا۔ "جب آپ رفع حاجت کو بیٹھتے تو جب تک آپ زمین سے بالکل قریب نہ ہو جاتے اپنا ستر نہیں کھولتے۔ جب قضائے حاجت کے لیے جنگل جاتے تو اتنی دور جاتے کہ نظروں سے غائب ہو جاتے بل کہ بعض وقت شہر سے دو دو میل دور نکل جاتے اور پھر رفع حاجت کے لیے بیٹھتے۔ آپ پیشاب کرنا چاہتے تو اس کے لیے نرم زمین کی تلاش رہتی اگر آپ کو نرم زمین نہ ملتی تو لکڑی یا کسی اور چیز سے سخت زمین کو کھود کر نرم کر لیتے پھر پیشاب کرنے بیٹھتے۔ اور جب پائخانہ میں جاتے تو جوتے پہنتے، سر مبارک

ڈھکتے اور انگوٹھی اُتارتے۔[57] آپ بیٹھ کر قضائے حاجت کرتے تھے۔[58] آپ پیشاب کرنے کے لیے اُکڑو بیٹھتے تو رانوں کے درمیان کافی فاصلہ چھوڑتے۔ آب دست لینے کے بعد اُلٹے ہاتھ کو مٹّی سے رگڑ کر دھوتے اور پاک کرتے۔ قضائے حاجت کے دوران نہ قبلے کی جانب منہ کرتے نہ پشت، اور فراغت کے بعد صفائی کے لیے آپ ﷺ مٹی کے ڈھیلے ضرور لے کر جاتے اور وہ تعداد میں ہمیشہ طاق ہوتے۔[59] حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو میں کسی پیالہ یا چھاگل میں پانی لاتا آپ اس پانی سے استنجاء کرتے اور پھر اپنا ہاتھ زمین پر رگڑتے، پھر میں دوسرے برتن میں پانی لاتا اور آپ اس پانی سے وضو فرماتے۔[60]

مقالہ نگار کی رائے:

قضائے حاجت کے لیے دور جانے کا سبب حیا ہے، اور چوں کہ یہ نجاست ہے اسی لیے اس سے فارغ ہونے کے لیے آبادی سے دور جانے کا ذکر ہے تاکے اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کا اہلِ قباء سے محبّت کا اظہار ان کے قضائے حاجت کے بعد پانی کے استعمال کی وجہ سے تھا۔ سنّتِ رسول ﷺ کی پیروی امّتِ مسلمہ کو طہارت کے اہتمام کی وجہ سے بیماریوں سے بچاتی ہے۔ آج بھی مغربی ممالک کے بیت الخلاء میں پانی کی جگہ ٹوائلٹ ٹشوز رکھے ہوتے ہیں اور وہاں کے باسی قضائے حاجت کے بعد پانی کے بہ جائے اس ترقّی یافتہ دور میں بھی ٹشو استعمال کرتے ہیں جو ناپاکی کے ذرّات کو پورے طور سے صاف نہیں کرتا۔ پھر وہ ٹشو اسی ٹوائلٹ کے کوڑے دان میں ڈال دیئے جاتے ہیں جس سے تعفّن، بدبو پھیلتی ہیں۔ ایک اہم چیز یہ کہ چوں کہ وہ پانی کا استعمال نہیں کرتے تو ان مقامات میں جہاں فضلہ چپکا رہ جائے وہاں کئی طرح کے جلدی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، جن میں کیڑے لگ جاتے ہیں جو انفیکشن

---

[57]: ایضاً، ص:419

[58]: سننِ نسائی، کتاب الطّھارۃ، باب:البول فی البیت جالسا، ج:1، حدیث:29 ، ص:29

[59]: شمائلِ ترمذی، ص:419

[60]: سنن ابی داؤد، کتاب الطّھارۃ، باب الرجل یدلک یدہ بالارض اذا استنجی، ج:1، حدیث:45، ص:47

ہونے کے بعد زخم بن جاتے ہیں جن سے بعض اوقات خون بھی رستا ہے اور جلد حسّاس ہو جاتی ہے۔ جس کے بعد مہنگے علاج، ادویات میں گندگی کے سبب خوب خرچہ ہوتا ہے اور یہ سارے مسئلے صرف طہارت، نظافت اور صفائی کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ مسلمانوں میں جلد کے یہ مسائل نہیں ہوتے کیوں کہ ان میں پانی کا استعمال ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ سنت ماحول کی صفائی کے ساتھ انسان کو بھی صاف رکھتی ہے، بیماریوں ،امراض، تکالیف سے محفوظ رکھتی ہے۔

چھینک کے آداب سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنّت اور تعلیمات:

"آپ ﷺ چھینک بہت پست آواز سے لیتے اور اسی کو پسند فرماتے۔[61] آپ کو جب چھینک آتی تو چہرہ مبارک ہاتھوں یا کسی کپڑے سے ڈھانک لیتے اور آواز پست کرتے۔[62] آپ چھینک لینے والے کو چھینک کا جواب دو مرتبہ دیتے اس کے بعد اگر اس کو چھینک آتی تو آپ فرماتے کہ اس آدمی کو زکام ہو گیا ہے تو اب جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔[63] آپ ﷺ نظافت کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور اس معاملے میں احتیاط کے پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے تھے۔

مقالہ نگار کی رائے:

چھینک کا آنا بھی ہر جان دار کے ساتھ ہے جو کسی کو بھی کسی بھی وقت بغیر اس کی مرضی کے آسکتی ہے اور اس کا روکنا مضرِ صحت ہے جس سے مزید امراض لاحق ہو سکتے ہیں۔ال بتہ چھینک کے ساتھ تھوک اور اگر نزلہ زکام ہو تو اس کا اخراج بھی ہوتا ہے جو اگلے کے لیے ناگواری کے ساتھ اسے بھی چھینک لینے والے کے مضر جراثیم کے لگ جانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ یہ ہدایات تو ہمیشہ سے ہی مسلّمہ رہی ہیں ال بتہ ان کی اہمیت کو پوری دنیا میں کووڈ 19 میں عالمی سطح پر انسانیت کی بقاء اور تحفّظ کے لیے تسلیم کیا گیا تھا اور ہر اشتہار، اخبار، فون کال کی رنگ ٹون، عالمی جرائد میں بار بار جو

---

[61]: شمائلِ ترمذی، ص:420

[62]: جامع ترمذی، باب ماجاء فی خفض الصوّت و تخمیر الوجه عند العطاس، ج:2،حدیث نمبر: 2550، ص:292

[63]: شمائلِ ترمذی، ص:420

ہدایات دی گئیں ان میں چھینک لینے کی جو حفاظتی ہدایات دی گئیں تھیں ان کا عملی نمونہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اسوۃ، عادات اور شمائل میں پہلے سے ہی موجود ملتا ہے، جو امّت کے لیے رہ نما ہے۔ ان سنتوں کی اتباع دنیا اور خرت دونوں میں نفع بخش ہے۔

ماحول کی صفائی ستھرائی سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنّت اور اُمّت کے لیے تعلیمات:

حضرت ابو برزہ سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، مجھے ایسا عمل بتایئے جس میں فائدہ اٹھاؤں۔ فرمایا: مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹادیا کرو۔[64] نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امّت کے اچّھے برے اعمال میرے سامنے پیش کیے گئے۔ میں نے امت کے اچھے اعمال میں ایک عمل یہ دیکھا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹادینا اور امت کے برے اعمال میں دیکھا کہ مسجد میں بلغم کو دبایا نہیں جاتا۔[65] راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔[66] اسی طرح آپ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب اور غسلِ جنابت سے منع فرمایا ہے[67]۔

چوں کہ پانی ہر ایک مخلوق کی حاجتِ ضروریہ ہے اور اس کے بغیر حیات کا تصوّر ممکن نہیں۔ خوراک میں استعمال کے علاوہ پانی صفائی ستھرائی، غسل کے لیے اور دیگر ضروریات کے لیے بھی لازمی استعمال ہوتا ہے تو اگر ٹھہرے ہوئے پانی میں گندگی کی جائے گی تو پورا پانی ناپاک ہوجائے گا اور پھر کسی بھی مقصد کے لیے قابلِ استعمال نہیں رہے گا جس کے بعد اگلا بندہ پانی کی نعمت سے محروم ہوگا اور پانی سے متعلقہ اس کی ضروریات بھی پوری نہیں ہوسکے گی یعنی اس عمل سے اگلا بندہ اپنے حصّے کی نعمت سے محروم ہوجائے گا اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارد گرد کے ماحول

---

[64]: سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب اماطة الاذی عن الطریق، ج:3، حدیث نمبر:3681، ص:145

[65]: سنن ابن ماجه، کتاب الادب، اماطة الاذی عن الطریق، ج:3، حدیث:3683، ص:146

[66]: سنن ابی داؤد، با ب فی اماطة الاذیٰ عن الطریق، ج:3، حدیث نمبر:1802، ص:567

[67]: سنن ابی داؤد، کتاب الطّهارة، باب البول فی الماء الراکد، ج:1، حدیث:70، ص:55

کو بھی صاف رکھنے کے لیے اُمت کی تربیت کے لیے تعلیم فرمائی ہے تاکہ نہ ماحول گندا ہو اور نہ ہی یہ عمل کسی کے لیے نعمت سے محرومی کا سبب بنے۔

ڈاکٹر محمّد حمید اللہ، رسول اللہ کے ماحول کو صاف رکھنے کی ہدایات سے متعلق اپنے خطبے (خطباتِ بہاولپور) میں فرماتے ہیں:

"عرب میں کہیں سڑکیں نہ تھی۔ سڑکوں اور شاہراؤں کی جگہ عام خودرو گزرگاہیں تھی۔ سڑک کی تعمیر کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لہٰذا اس کے لیے نہ ناظم تھا، نہ محکمہ تعمیرات، ال بتہ اس کے باوجود کچھ ایسی چیزیں ملتی ہیں جو شہری منصوبہ بندی کے سلسلے میں کارآمد ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ شہر کے اندر تم گلیوں کو اتنا چوڑا رکھو کہ دولدے ہوئے اونٹ بہ آسانی آمنے سامنے گزر سکیں، گویا آج کل کے الفاظ میں آسانی کے ساتھ دو موٹریں آجاسکیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی قانون سازی صرف دینی معاملات تک ہی محدود نہیں تھی اس میں دنیوی مسائل پر بھی توجّہ دی گئی ہے حتّٰی کہ اس میں مکانوں کے درمیان کا راستہ بھی شامل ہے۔"[68]

مدینہ تشریف لانے کے بعد بہت سے امور ریاستی سطح پر اسلامی تعلیمات کے مطابق رائج ہو رہے تھے، ہجرت کے فوراًبعد آپ علیہ السّلام نے جو تین اہم کام انجام دیئے ان میں مسجدِ نبوی کا قیام بھی تھا۔ "مسجدِ نبوی کے اندر صفائی کی ضرورت تھی۔ ایک حبشی مسلمان عورت نے رضاکارانہ اپنی خدمت پیش کیں، وہ روزانہ مسجد میں جھاڑو دیتی تھی اور قندیل میں لگائے ہوئے چراغ جلاتی۔[69] یہ عمل دینِ اسلام میں صفائی کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

سعید بن مسیب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہیں اور پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں، وہ صاف ہیں اور صفائی کو پسند کرتے ہیں، کریم وجوّاد ہیں اور کرم وجود کو پسند کرتے ہیں لہٰذا تم لوگ اپنے گھروں کے صحنوں

---

[68]: حمید اللہ، ڈاکٹر محمّد، خطباتِ بہاول پور، بیکن بکس، لاہور، 2012ء، ص:226

[69]: ایضاً، ص:227

اور گھروں کے سامنے کے میدانوں کو صاف رکھو اور یہود سے مشابہت اختیار نہ کرو (کہ وہ لوگ اپنے صحنوں میں کوڑا اکٹھا کرتے ہیں) [70]

مقالہ نگار کی رائے:

انسان کی زندگی صرف گھر تک ہی محدود نہیں ہے بل کہ بہت سے امور کے لیے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے اور کاروباری معاملات کے لیے معاش کمانے والے افراد کا گھر سے زیادہ وقت باہر گزرتا ہے اس سبب سے معاشرتی زندگی ہر انسان کی زندگی لازمی حصّہ ہے۔ گھر سے باہر نکلنے والے زندگی میں ہم اردگرد کی چیزوں کو ماحول کہتے ہیں۔ ماحول سے مراد ہمارے اردگرد میں موجود چیزیں ہیں جن میں سے اکثر کے استعمال پر کئی لوگوں کا بیک وقت یک ساں حصّہ شامل ہوتا ہے۔ مثلاً: سڑک سب کے لیے ہے تو اس پر سب چلیں گے جس حصّے میں آپ کو جگہ مل رہی ہے اس کو استعمال میں لا کر باقی حصّے کو دوسروں کے لیے چھوڑ دیں گے کہ اس پر ان کا حق ہے۔ دریا میں اگر پانی بہہ رہا ہے تو اس سے سب اپنی ضروریات پوری کریں گی۔ جتنی خوراک اور غذا سے آپ کی بھوک ختم ہو رہی ہے اس میں سے آپ اپنی ضرورت کے مطابق ہی لیں گے اور باقی جو آپ کی ضرورت سے زائد ہے اسے چھوڑ دیں گے ذخیرہ اندوزی یا اسراف نہیں کریں گے۔ کیوں کہ یہی دینِ اسلام کی تعلیمات ہے۔ اس رویے سے ایک صحت مند ماحول وجود میں آتا ہے۔ جس میں انتشار کم سے کم ہوتا ہے۔ اگر کوئی بندہ ٹھہرے پانی میں قضائے حاجت یا غسل کر لے تو وہ پانی پھر اگلے کے لیے قابلِ استعمال نہیں رہے گا کیوں کہ وہ گندہ اور ناپاک ہونے کے ساتھ بیماریاں پھیلانے کا سبب بنے گا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اس عمل سے ہی روک دیا۔ عصرِ حاضر میں شہری انتظامات کو ترتیب سے چلانے کے لیے میونسپل کارپوریشن کے ادارے قائم کیے جاتے ہیں جن کا عمل باقاعدہ شہر کی صفائی ستھرائی، گٹر سسٹم کی نگرانی ہے۔ یہ ادارہ انتظامی امور کی نگرانی کرتا ہے اور خرابی کو فوراً دور کرنے کو شش کرتا ہے تاکے شہری مُعاملات اپنے معمولات پر رواں دواں رہے اور جہاں کہیں کوئی کوڑا موجود ہو اسے ٹھکانے لگایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ

---

[70]: ترمذی، ابواب الاستیذان والاداب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم، باب ماجاء فی النظافة، ج:2، حدیث نمبر:2601، ص:303

ہجرت کے بعد اسی طرح کے انتظامی امور کے لیے کشادہ اقدامات کیے تھے جو انسانی مزاج کے عین مطابق ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی برکت ہے کہ انسانی مزاج کی جو چیزیں آپ نے انجام دیں ان پر عمل امت کے لیے قانوناً سنّت ہونے کے ساتھ باعثِ ثواب بھی ہے۔

لباس کی طہارت، نظافت سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنّت اور اُمّت کے لیے تعلیمات:

آپ ﷺ کو سفید لباس بہت پسند تھا اور سفید لباس کی وجہ آپ کا نفیس اور طاہر مزاج معلوم ہوتا ہے کیوں کہ سفید لباس میں دھبّے زیادہ جلد واضح اور نمایاں ہو جاتے ہیں اور سفید لباس پہننے کے دوران زیادہ احتیاط کا بھی مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ کہیں لباس میں کوئی نشان نہ پڑ جائے کہ بد نما معلوم ہو یہاں سے ایک نکتہ واضح ہوتا ہے کہ "ظاہری طہارت کا اثر باطن پر بھی پڑتا ہے"[71] اسی لیے آپ نے بیش تر احادیث میں سفید لباس پہننے کی تاکید فرمائی ہے "البَسوا ثِيَابَ البَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطهَرُ وَأَطيَبُ[72] سفید کپڑے پہنا کرو کیوں کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہوتے ہیں۔

سفید لباس کے پہننے کی تاکید سے یہ حکمت ظاہر ہوتی ہے کہ امّت کے مزاج میں ظاہر سے لے کر باطن تک میں طہارت رچ بس جائے۔ پاکیزگی، نظافت، نفاست امت کی سَرشت کا حصّہ ہو۔ سفید لباس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ صاف ہی اچھا لگتا ہے چوں کہ میل خورہ نہیں ہوتا تو اجلا اجلا آنکھوں کو بھاتا ہے اور جہاں کہیں نشان آجائے تو پورا لباس صرف اسی نشان کو دیکھتا ہے جس سے اکثر اوقات پہننے والے کا غلط تاثر قائم ہوتا ہے۔ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ لوگ آپ ﷺ کے دروازے پر جمع ہوئے آپ ان کے پاس جانے کو تیار ہوئے میں نے دیکھا کہ آپ نے پانی کے مٹکے میں جھانک کر اپنے سر مبارک کے بال اور ریشِ مبارک درست کیے میں نے اس عمل سے متعلق دریافت کیا کہ آپ یہ کام کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس بات کو محبوب جانتا ہے کہ جب اپنے بھائیوں کے پاس جائے تو بن سنور کے جائے۔ جاہل آدمی اس سے کبھی یہ گمان کرتا ہے کہ یہ امر لوگوں کے لیے زینت کرنے کی محبت ہے اور آپ کے اخلاق کو غیروں پر قیاس کرتا ہے حال آں کہ یہ

---

[71]: شمائل ترمذی، ص:143

[72]: سنن ابن ماجه، كتاب اللبا س، باب البياض من الثياب، ج:3، حديث نمبر: 3567، ص:120

بات نہیں ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کو حکمِ دعوت تھااور یہ امر آپ کے لوازم میں سے تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اپنے بڑا کرنے واسطے سعی فرمائیں تاکے ان کے نفس آپ ﷺ کو حقیر نہ جانے اور نہ اپنی صورت ان کی نظروں میں اچھی بنادیں تاکے ان کی آنکھوں تلے چھوٹے نہ معلوم ہوں اور وہ لوگ آپ کے پاس سے بدک نہ جائیں اور نہ منافقوں کو کوئی موقع ان کے بدگمانی کا ہاتھ لگے۔"[73]

لباس کے معاملے میں طہارت کا یہ ایک اہم پہلو ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ اگر لوگوں سے گندے اور میلے لباس میں ملاقات کی جائے تو اگلا بندہ جسم اور کپڑوں کی گندگی سے اکتاہٹ اور بے چینی محسوس کرے گا اور اگلی دفعہ ملاقات سے احتراز کرے گا۔ نبی پاک ﷺ کا یہ عمل لباس کے طاہر ہونے کی تاکید کرتا ہے۔ رسول اللہ جس چیز کا دوسروں کو حکم دیتے اس کی عملی تصویر بھی اپنی ذات سے پیش کرتے اور لباس کے حوالے سے یہی تعلیمات امّت کو بھی دیں، "آپ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے کپڑے میلے کچیلے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اسے کوئی ایسی چیز میسر نہیں جس سے یہ اپنے کپڑوں کو دھو سکے"[74] رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سفید کرتہ پہنے دیکھا تو فرمایا: تمہارا یہ کپڑا دھلا ہوا ہے یا نیا ہے؟ عرض کیا: نیا نہیں ہے، دھلا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: نئے کپڑے پہنا کرو، قابلِ تعریف زندگی گزارو۔[75]

مقالہ نگار کی رائے:

لباس انسانی ضرورت ہے۔ اس سے انسانی ستر چھپتا ہے اور شخصیت میں حیاء کا عنصر آتا ہے۔ لباس کی صفائی بہت ضروری ہے کیوں کہ لباس انسان کا پردہ ہے جو انسان کی شخصیت، اس کے ذوق، مزاج، پسند، شوق، دل چسپی کی عکاسی کرتا ہے۔ لباس انسانی فطرت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کی نفسیات کا بھی بتاتا ہے۔ لوگوں سے ملاقات کے وقت صاف ستھرے لباس میں ہونا ضروری ہے اور اگر دورانِ ملاقات گندا، میلا، بدبو دار لباس پہنا جائے تو شخصیت کا تاثر صفر

---

[73]: غزالی، امام محمّد، احیاء العلوم، ج:1، ص:235-236

[74]: سنن ابی داؤد، باب فی غسل الثوب وفی الخلقان، ج:3، حدیث نمبر:662، ص:196

[75]: سنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب مایقول الرجل اذا لبس ثوبا جدیدا، ج:3، حدیث نمبر:3558 ، ص:119

ہو جاتا ہے۔ دینِ اسلام سادگی، اور صفائی کا دین ہے۔ اس سادگی کا ہرگز مطلب پھٹے ہوئے، گندے کپڑے پہن کر خود کو متقی بنا کر پیش کرنا نہیں ہے۔ بل اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے جسم پر اپنی نعمت کے آثار دیکھنا چاہتے ہیں جس کے لیے طہارت کا اہتمام اہم ہے۔ اگر قیمتی کپڑے کی قوّتِ خرید نہیں ہے تو اس کو دھونے کے جو انتظامات آپ کو حاصل ہیں اسے ہی استعمال کر کے کپڑے صاف کیے جائیں۔ کپڑا کتنا ہی مہنگا کیوں نہ ہو لیکن اگر میلا ہے تو اس کا قیمتی ہونا دھندلا جاتا ہے اسی لیے شریعتِ اسلامیہ میں گندے کپڑے پہن کر اسے اسلام کی تعلیمات یا سادگی کہنا غلط اور طہارت کی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ خاتم النّبیّین محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کی اعلیٰ مثال ہیں کہ آپ پاک صاف لباس پہنتے تھے۔

غسل سے متعلق رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنّت اور اُمّت کے لیے تعلیمات:

جن امور میں غسل فرض ہے اس سے متعلق تفصیلات پچھلے اوراق میں احادیث نبوی کی روشنی میں بیان کر دی گئیں ہیں۔ ذیل میں بھی غسل سے متعلق اسوۂ رسول ﷺ بیان کیا جارہا ہے۔ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا الّا بتہ پاؤں نہیں دھوئے، پھر اپنی شرم گاہ کو دھویا اور جہاں کہیں نجاست لگ گئی تھی اس کو دھویا، پھر اپنے اوپر پانی بہالیا، پھر سابقہ جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ یہ تھا آپ کا غسلِ جنابت۔[76] آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے اس لیے بال دھو اور کھال کو خوب صاف کرو[77]

مقالہ نگار کی رائے:

جن صورتوں میں شریعت غسل لازمی قرار دیتی ہے اگر اس وقت کوئی شرعی عذر درپیش یا لاحق نہیں ہے تو وہاں طہارت کے لیے ہر صورت غسل ہی معتبر ہو گا اور غسل کا مطلب صرف جسم گیلا کرنا نہیں ہے بل کہ اسے صاف

---

[76]: صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب الوضوءِ قبل الغسل،، ج:1حدیث:244، ص: 139

[77]: سنن ابن ماجه، کتاب الطّهارة وسننها، باب تحت کل شعر جنابة، ج:1، حدیث نمبر:597، ص:196

کرنا بھی لازمی ہے کیوں کہ انسانی جسم میں بال بھی ہوتے ہیں کسی کے کم ہوتے ہیں تو کسی کے زیادہ تو صرف گیلا کرنے میں پانی کا ہر حصّے میں پہنچنا یقینی نہیں ہوتا اسی لیے خوب صفائی کے ساتھ نہانا معتبر ہے۔ اور اسی طرح کے غسل کے بعد ہی بندے پر مُطَہَّر ہونے کا اطلاق ہو گا۔

خلاصۂ بحث:

طہارت اور صفائی ستھرائی، صحت مند زندگی کی ضمانت ہے۔ یہ انسان کی ذہنی صحت کے لیے بہت اہم ہے جو انسانی ذہن کو صحت مند اور تر و تازہ رکھتی ہیں۔ نظافت انسانی طبعیت کو ہشّاش بشّاش اور متحرّک رکھتی ہے۔ صفائی کی وجہ سے انسان گندگیوں، ناپاکیوں، برائیوں، منفیت سے دور رہتا ہے۔ طہارت کا اہتمام ایک مثبت عمل ہے جو ایک مسلمان کے لیے عبادت کے درجے پر ہے، جس پر اُسے ثواب بھی ملتا ہے۔ دینِ اسلام سے طہارت کے تصوّر کو حذف نہیں کیا جاسکتا ہے ورنہ عبادت کی ادائیگی کا تصوّر ہی ختم ہو جائے گا۔

علم نفسیات کی ایک شاخ مائینڈ سائنسز ہے جس میں انسانی ذہن کو کس طرح صحت مند رکھا جاسکتا ہے جیسے رویّوں پر بات ہوتی ہے۔ جب مائینڈ سائنسز میں زیرِ بحث موضوعات کو دیکھا جائے تو اس میں مائنڈ پروگرامنگ کے دوران یا ذہن کو سکون کی حالت میں لے کر جانے والی مشقوں کے درمیان یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ منفیت سے متعلق کوئی رویّہ، بات اور جملے کا ذکر نہیں کیا جائے بل کہ ہر دم مثبت رویّوں اور اچھی سوچ کو ہی ملحوظ رکھا جائے۔ اس مشق میں اپنے آپ پر، طبعیت میں موجود غلط جذبات پر اور ذہن میں آنے والی بے لگام سوچوں پر قابو پانا سکھایا جاتا ہے۔ لغو، منفی، بے سبب اور بے مقصد خیالات کو ذہن میں جگہ نہیں دی جاتی اور یہی سکھایا جاتا ہے کہ اگر کوئی غلط خیال آئے بھی تو فوراً ذہن سے جھٹک دیں تبھی ایک صحت مند ذہن باقی رہے گا۔ کیوں کہ ذہنی صحت کا انحصار ذہن میں آنے والے خیالات پر ہوتا ہے، اسی لیے مائنڈ سائنسز میں اپنے خیالات پر قابو پانا سکھایا جاتا ہے۔

جب ہم اسوۂ رسول ﷺ کا مطالعہ کریں تو واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق میں یہ تمام عناصر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ ظاہری طہارت و نظافت کے اہتمام کے ساتھ باطنی طہارت میں بھی کامل اور اعلیٰ تھے۔ آپ کی تعلیمات کو دیکھیں تو بڑھے ہوئے ناخن سے لے کر انسانی بالوں کی صفائی، دانتوں سے لے کر ناک کی صفائی، وضو سے

لے کر غسل کا طریقہ اور اخلاقی رزائل سے کیسے بچنا ہے، ان سب کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی مستند سیرت اور تعلیمات ہمارے پاس موجود ہیں۔ اسوۂ حسنہ ﷺ کی پیروی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ہر نئی اور اچھی فکر پر جب غور کریں تو وہ ہمارے دین میں کسی نہ کسی تعلیم کی صورت میں پہلے سے ہی موجود ہوتی ہے۔ ال بتّہ بعد میں اُسے سائنسی دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے کہ وہ اس علم کی ضرورت ہے لیکن دینِ اسلام طہارت کے حوالے سے ایک مسلمان کی مکمل رہ نمائی کرتا ہے۔

جہاں تک طہارت، صفائی ستھرائی کی بات ہے تو سب سے پہلے اس حقیقت کو سمجھا جائے کہ کائنات کی ہر شے سے لہریں vibrations نکلتی ہیں جس کے اثرات ہوتے ہیں۔ جو انسانی ذہن، جسم کو متاثر کرنے کی صلاحیتیں رکھتی ہیں۔ صفائی ستھرائی کے سبب ارد گرد میں خوش گوار فضا قائم ہوتی ہے۔ ایسی صاف ستھری جگہ پر جانے سے انسانی طبعیت اور ذہن اچھا، ہلکا پن اور سکون کو محسوس کرتا ہے۔ چوں کہ صاف مقامات میں میں گند، کچرا، کوڑا نہیں ہوتا تو اس مقام سے اچھی لہریں ہی خارج ہوتی ہے جو انسانی ذہن، رویّے، سوچ اور تعلقات پر مثبت اثرات ڈالتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان حکمتوں سے واقف تھے۔ یہ رویّے سائنسی نکتہ ء نظر سے آج دلائل سے سمجھے اور سمجھائے وسکھائے جارہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے طہارت پر مبنی رویّے دین میں شامل اور دین کا حصّہ ہیں۔

نتائج وسفارشات

- صفائی ستھرائی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا آغاز اپنی ذات، اپنے گھر، اپنے محلّے سے شروع کیا جائے۔
- طہارت کے اہتمام سے متعلق افراد کی ذہن سازی کا عمل اپنی رعایا (وہ لوگ جو آپ کے دائرے میں شامل ہیں مثلاً: بچّے، شاگرد، ماتحت کام کرنے والے) ان سے شروع کریں۔
- زیادہ سے زیادہ درختوں کو اُگایا جائے، تاکے ایک صحت مند ماحول قائم ہو۔
- اپنی ذات کی صفائی، باطن کی طہارت کے لیے اپنا احتساب خود کیجیے، ہر انسان کو اپنے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہے تو خود پر تنقید بہ رائے اصلاح کریں تاکے ظاہری طہارت کے لوازمات کے علاوہ باطن پر بھی نظر اور توجّہ رہے۔

- رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طہارت کو اختیار کرنے سے متعلق تمام تر تعلیمات ہمارے لیے موجود ہیں اچھی بات یہ ہے کہ یہ تعلیمات پورے انسانی جسم کا احاطہ کرتی ہیں جس میں ہر ہر عضو شامل ہے۔ ایک اہم بات یہ بھی کہ طہارت سے متعلق یہ تعلیمات صرف جسم کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بل کہ ہمارے اندرون، گھر، ماحول، عادات، کھانا پینا، روز مرّہ کے روٹین سب چیزوں میں موجود ہیں۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ان قیمتی تعلیمات پر ہمارے ہاں مکمّل عمل نہیں ہو رہا جس کی وجہ سیرتِ رسول سے دوری اختیار ہے۔
- صفائی کا انتظام واِنصرام نہ ہی صرف ریاست کی ذمّے داری ہے اور نہ ہی صرف عام عوام کی ہے بل کہ یہ ہر ایک مسلمان شہری کی انفرادی ذمّے داری ہے کہ وہ طہارت کے اہتمام کو اپنے بَل پر خود سے قائم کرنے کی کوشش کرے اور کرتا رہے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ایک صحت مند ماحول میں زندگی گزار سکیں، یہاں کوشش سے مراد عمل اور پھر پور عمل ہے محض بولنا مطلوب نہیں۔ کیوں کہ طہارت، صفائی کے بغیر ایک صحت مند معاشرہ اور زندگی کا تصوّر ممکن نہیں۔